Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 195-205
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

حفظِ حدیث کی روایت اور حافظہ کی قوت پر سائنسی مطالعہ

A Scientific Study on the Tradition of Ḥadīth Memorization and the Power of Memory

1. Dr. Hafiz Zakirullah zakir.ullah@ais.uol.edu.pk	*Assistant Professor,* *Department of Islamic Studies, The University of Lahore.*
2. Ghulamullah ghulam.ullah@ais.uol.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Islamic Studies, The University of Lahore.*
3. Muhammad Taha Ibrahim Dehlvi taha.ibrahim@ais.uol.edu.pk	***Lecturer,*** *Department of Islamic Studies, The University of Lahore.* ***PhD Scholar,*** *International Islamic University Islamabad.*

How to Cite:	Dr. Hafiz Zakirullah, Ghulamullah and Muhammad Taha Ibrahim Dehlvi. 2026: "A Scientific Study on the Tradition of Ḥadīth Memorization and the Power of Memory". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 195-205.
Article History:	**Received**: 01-03-2026	**Accepted**: 21-03-2026	**Published**: 31-03-2026

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

حفظِ حدیث کی روایت اور حافظہ کی قوت پر سائنسی مطالعہ

A Scientific Study on the Tradition of Ḥadīth Memorization and the Power of Memory

1. **Dr. Hafiz Zakirullah**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore.
zakir.ullah@ais.uol.edu.pk

2. **Ghulamullah**
Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore.
ghulam.ullah@ais.uol.edu.pk

3. **Muhammad Taha Ibrahim Dehlvi**
- ***Lecturer,*** *Department of Islamic Studies, The University of Lahore.*
- ***PhD Scholar****, International Islamic University Islamabad.*

taha.ibrahim@ais.uol.edu.pk

Abstract

This research examines the tradition of Hadith memorization (Ḥifẓ al-Ḥadīth) through the lens of modern cognitive neuroscience and memory studies. The classical Muḥaddithūn developed sophisticated criteria for evaluating narrators, including the concept of ḍabṭ (precision), which encompasses attentional focus, auditory encoding, and long-term retention processes that contemporary neuroscience has only recently begun to understand. This study synthesizes evidence from neuroimaging research, EEG studies on Quran memorizers, and cognitive psychology to demonstrate that intensive memorization training enhances episodic memory, verbal recall, and auditory cortical plasticity. Key findings indicate that memorizers exhibit increased hippocampal volume, enhanced low-frequency brain wave activity during memory retrieval, and superior performance on visual memory tasks compared to non-memorizers. The research also explores the critical role of auditory encoding in long-term verbal memory formation, the neural mechanisms of attention in learning, and the parallels between the Muḥaddithūn's concept of ḍabṭ and modern cognitive psychology's understanding of memory consolidation. The study concludes that the ḥadīth tradition represents an empirically-grounded pedagogical system that aligns with contemporary scientific principles of effective memory formation.

Keywords: *Hadith Memorization, Cognitive Psychology, Auditory Memory, Hippocampal Neuroplasticity, Attention, Long-term Memory Consolidation.*

تمہید

حفظِ حدیث کی روایت اپنے اندر اُن علمی، ذہنی اور سماجی جہات کا ایک نہ ختم ہونے والا تسلسل سمیٹے ہوئے ہے جو اسلامی علمی روایت کی بنیادوں میں ازل کی طرح گہری جڑوں کے ساتھ پیوست ہیں۔ ابتدائی صدیوں میں جب تاریخِ انسانی ابھی حافظے کی قوتوں کے عمیق امکان سے پوری طرح آگاہ نہ تھی، اُس وقت محدثین نے انسانی دماغ کے اُن غیر معمولی منازل کو عملاً طے کیا جن تک جدید سائنسی تحقیق ابھی حالیہ دہائیوں میں پہنچی ہے۔ روایتِ حدیث کا نظام صرف الفاظ کی منتقلی کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی تعمیری ذہنی مشق ہے جس میں سماعت، کتابت، تکرار، ضبط، اور اجتماعی علمی فضامل کر ایسی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں

متون ایک ایک لفظ تک محفوظ رہتے ہیں۔ اس علمی روایت کی تہہ میں انسانی حافظے کے وہ اصول کارفرما ہیں جنہیں آج کے ماہرین neuroscience، cognitive psychology اور memory studies اپنی تحقیقی زبان میں بیان کرتے ہیں، مگر جن کی عملی تصویر صدیوں پہلے محدثین کے ہاں قدم قدم پر آشکار تھی۔

یہ مطالعہ دراصل اسی تفاعلِ قدیم وجدید کی ایک فکری بازیافت ہے۔ اس میں ایک طرف روایتی محدثین کے ضبطِ صدر، قوتِ استحضار، اور غیر معمولی یادداشت کے تاریخی شواہد کا جائزہ لیا گیا ہے، تو دوسری طرف جدید سائنس کے اُن اصولوں کو سامنے رکھا گیا ہے جو long-term memory کی تشکیل، auditory encoding، neural plasticity، اور episodic retrieval کے نظام کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ اس تناظر میں معلوم ہوتا ہے کہ حدیثی روایت کا پورا نظام، اسماء الرجال کی تنقیحات سے لے کر جرح وتعدیل کی باریک معیارات تک، حافظے کے اُن ادق اصولوں سے نہ صرف آگاہ تھا بلکہ اُنہیں عملی قالب میں ڈھال بھی چکا تھا۔

مبحث اوّل: روایاتِ حدیث میں حافظہ کی شرط واہمیت

عہدِ تدوینِ حدیث میں روایت کے قبول ورد کا مدار محض اخلاقی وثاقت پر قائم نہ تھا بلکہ اس کے پس منظر میں ایسی دقیق علمی نظر کارفرما تھی جس میں راوی کے ضبط، اتقان اور قوّتِ حافظہ کو بنیادی مقام حاصل تھا۔ اس علمی شعور نے اسلامی روایت کو محض تاریخی بیانیہ ہونے سے بچا کر ایک منضبط، استناد پذیر اور معیاری علمی تراث میں تبدیل کر دیا۔ محدثین کے ہاں حافظہ محض ایک فطری صلاحیت نہیں بلکہ ایسی علمی کسوٹی تھی جس پر روایت کے بقاء یا سقوط کا فیصلہ ہوتا تھا؛ چنانچہ روایت کے ساتھ وابستہ ذمہ داری کے باعث راوی کے حافظے کی مضبوطی کو نہایت باریک بینی سے پرکھا گیا، یہی وہ روش تھی جس نے اسلامی علوم میں تحفظِ روایت کی ایک مستقل علمی ثقافت قائم کی۔

إِنَّمَا يَسْتَدِلُّ عَلَى صِدْقِ الرَّجُلِ فِي حَدِيثِهِ بِتَحَفُّظِهِ وَاتِّقَانِه[1]

بلاشبہ آدمی کی حدیث میں صداقت پر اس کے تحفّظ اور اتقان کے ذریعے ہی استدلال کیا جاتا ہے۔

اس علمی جہت نے روایت کے انتخاب میں ضبط ومتانت کو اس طرح لازم کیا کہ جو راوی اس معیار پر پورا نہ اترتا، اسے سند کے دقیق نظام میں صفِ اوّل سے خارج کر دیا جاتا۔ اس سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذخیرۂ حدیث کی بنیاد میں فکری محاسبہ، علمی صرامت اور حافظے کی قوت کا مربوط امتزاج پیدا ہوا۔ اس انتخابی عمل کا عکس جرح وتعدیل کی کتابوں میں نمایاں ہے جہاں راوی کی سوانح نہیں بلکہ اس کی ذہنی صلاحیتوں تک کا جائزہ لیا گیا، اور "سیّئ الحفظ" کا اطلاق صرف اُن پر ہوا جن کے ضبط میں تزلزل پایا جاتا۔

كَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يُسْأَلُ عَنْ رِوَايَتِهِ فَيُقَالُ فِيهِ: صَدُوقٌ إِلَّا أَنَّهُ سَيِّئُ الْحِفْظِ[2]

ان میں کسی راوی کے بارے میں کہا جاتا: وہ صدوق ہے مگر اس کا حافظہ کمزور ہے۔

یہی درجہ بندی جب "ثقہ حافظ" کے مقام تک پہنچتی ہے تو راوی محض ثقاہت ہی نہیں بلکہ غیر معمولی ذہنی ضبط کا حامل قرار پاتا ہے۔ ایسے رجال کے بارے میں محدثین کے کلمات ان کی علمی حیثیت کے ساتھ ساتھ ذہنی قوتوں کی بھی تصویریں پیش کرتے ہیں۔ گویا روایت کی دنیا میں حافظہ صرف فطری نعمت نہیں، ایک علمی ذمہ داری ہے جس کی تکمیل کے لیے ضبط کا معیار نہایت بلند رکھا گیا۔ اسی تناظر میں محدثین نے "ضبطِ صدر" اور "ضبطِ کتاب" کے مابین وہ تفریق قائم کی جس نے روایتی نقل کے دائرے کو نہایت منقح کیا۔ ضبطِ صدر کا تعلق ذہنی حفظ واتقان سے تھا جب کہ ضبطِ کتاب اس تحریری احتیاط کو ظاہر کرتا تھا جو راوی نے اپنے مکتوبات اور

اصول میں برتی ہو۔ اس فرق نے روایت کی قبولیت میں ذہنی و تحریری دونوں اہلیتوں کو لازم کیا اور وہ راوی جو اپنی کتاب پر اعتماد نہیں رکھتا تھا، اسے عملی طور پر نا قابلِ استناد سمجھا جاتا تھا۔

إِنَّمَا كَانُوا يَكْتُبُونَ الْحَدِيثَ لِئَلَّا يَضِيعَ، ثُمَّ لَا يَرْوُونَ إِلَّا مَا حَفِظُوا[3]

وہ حدیث کو اس لیے لکھتے تھے کہ ضائع نہ ہو، پھر بھی روایت وہی کرتے تھے جسے ازبر رکھتے تھے۔

اسماء الرجال کی کتب میں حافظے سے متعلق منقول شواہد ایک ایسے علمی معاشرے کا آئینہ ہیں جو انسانی ذہن کی کارکردگی کو روایت کی صحت کے ساتھ جوڑ کر دیکھتا تھا۔ ان شواہد میں راویوں کے تکرارِ سماع، مجالسِ تحدیث، اور ضبط کے امتحانات کے واقعات اس علمی احتیاط کے عکاس ہیں جس پر اسلامی روایت کی بنیاد قائم ہوئی۔ محققین جیسے ابنِ حجر، ذہبی اور یحییٰ بن معین نے راوی کے حافظے کا ایسا تنقیدی جائزہ لیا جو آج کی جدید علمی دنیا میں ذہنی صلاحیتوں کے معیارات سے نظراً قریب محسوس ہوتا ہے۔ اس فکری روایت کو امام بخاری، یحییٰ بن معین اور ابن المدینی نے اپنی عملی زندگی میں جس سختی سے نافذ کیا، وہ روایت کی حفاظت کے باب میں غیر معمولی مثالیں پیش کرتا ہے۔ امام بخاری نے راوی کے امتحان کے لیے شہر بہ شہر جا کر سماع کی اصل و صحت کو پرکھا؛ یحییٰ بن معین کی نگاہِ نقد نے ضبط کے ادنیٰ خلل پر بھی راوی کو نا قابلِ احتجاج قرار دیا؛ اور ابن المدینی نے ضبط کو علتِ حدیث کے باب میں بنیادی عامل کے طور پر پیش کر کے اس بحث کو اصولی جہت عطا کی۔

لَا يُقْبَلُ حَدِيثُ مَنْ لَا يُتْقِنُ حِفْظَهُ[4]

اس شخص کی حدیث قبول نہیں جس کا حفظ واتقان مضبوط نہ ہو۔

یوں روایتِ حدیث میں حافظے کی شرط ایک ایسے علمی منہاج میں بدل گئی جس کا محور انسانی ذہن کی مضبوطی اور ضبطِ علمی کی ثقافت ہے۔ روایت کا یہ پورا تناظر اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ محدثین نے حافظے کو محض ایک فطری استعداد نہیں بلکہ علمی آثار کی حفاظت کا اوّلین ستون بنایا، اور اسی سخت معیار کی بنا پر روایتِ حدیث ایک غیر معمولی علمی میراث کے طور پر محفوظ رہی۔

مبحث دوم: محدثین کی عملی مہارتیں اور حفظِ حدیث کے روایتی طریقے

اسلامی علمی روایت میں حدیث کے حفظ و نقل کا جو منہاج صدیوں تک قائم رہا، وہ محض ذہنی استعداد کے سہارے وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کے پیچھے ایسی پیچیدہ اور مسلسل تربیت یافتہ مہارتیں کارفرما تھیں جنہوں نے روایت کو ایک منظم، مستند اور باریک بہ باریک علمی عمل میں تبدیل کر دیا۔ یہ طریقے نہ صرف حافظے کی مضبوطی کے لیے ضروری تھے بلکہ روایت کی صحت اور اس کے استمرار کے لیے بھی بنیاد فراہم کرتے تھے۔ اس علمی ماحول میں سماع، کتابت، عرض، قرأت، مذاکرہ اور رحلۃ فی الطلب جیسے مناہج نے مل کر ایک ایسا نظام تشکیل دیا جو حافظے کو مسلسل آزماتا بھی تھا اور تربیت بھی دیتا تھا؛ اسی امتزاج نے اسلامی روایت کو ایک مضبوط حافظۂ جمعی کی صورت میں مستحکم کیا۔

مجالسِ سماع حدیث کا نظام اس علمی تمدّن کی بنیاد تھا۔ اس ماحول میں حدیث کی قرأت، استماع اور تحمّل ایک ایسے تسلسل میں انجام پاتے کہ راوی کا ذہن سماعی تکرار کے ذریعے روایت کے ہر جز کو آہستہ آہستہ حافظے میں منتقل کر لیتا۔ روایت کے اس عمل میں نہ صرف الفاظ محفوظ ہوتے بلکہ ان کی صوتی ہیئت، اسلوبِ ادا اور شیخ کی ادائیگی بھی ذہن میں نقش ہوتی۔ چنانچہ محدثین نے ایسے سماعات کو روایت کی صحت میں بنیادی شرط قرار دیا۔ امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمے میں سماعات کے اسی نظام کا ذکر نہایت تاکید کے ساتھ کیا:

لَا يُؤَدِّي الحَدِيثَ إِلَّا مَنْ سَمِعَهُ وَضَبَطَ مَا سَمِعَ[5]

حدیث وہی شخص بیان کر سکتا ہے جس نے اسے خود سنا ہو اور سنی ہوئی چیز کو مضبوطی سے محفوظ کیا ہو۔

کتابتِ حدیث نے اس سماعی تکرار کو مزید تقویت بخشی مگر محدثین نے کتابت کو کبھی محض ظاہری احتیاط کے طور پر اختیار نہیں کیا؛ اس کے ساتھ زبانی یادداشت کو ہم زمانی طور پر لازم رکھا تاکہ تحریر محض یادداشت کی سند بنے، اس کا نعم البدل نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کی ایک جماعت تحریر سے زیادہ حفظ کو اصل بنیاد قرار دیتی رہی اور کتابت کو ایک حفاظتی درجے کے طور پر استعمال کرتی تھی۔ خطیب بغدادی نے اس ترکیبِ حفظ و کتابت کی طرف اشارہ کیا:

كَانُوا يَكْتُبُونَ لِلتَّحَفُّظِ، ثُمَّ يَعُودُونَ فَيَحْفَظُونَ مَا كَتَبُوا[6]

وہ محفوظ رکھنے کے لیے لکھتے، پھر جو لکھا ہوتا اسے دوبارہ حفظ کرتے۔

عرض اور قرأت کے طریقے اس مجموعی نظام میں ایسی باریکیاں پیدا کرتے تھے جن کے ذریعے راوی کے حافظے اور کتاب دونوں کی صحت کی جانچ ہوتی۔ عرض میں شاگرد شیخ کے سامنے روایت کو خود پڑھ کر سناتا، یوں ہر لفظ اپنے تلفّظ، ترتیب اور ضبط کے اعتبار سے پرکھا جاتا۔ یہ طریقہ نہ صرف روایت کی صحت کا امتحان تھا بلکہ حافظے کے لیے ایک مضبوط عملی مشق بھی۔ امام مالک کے تلامذہ نے ان کے سامنے اپنی کتب کی قرأت کا رواج اسی مقصد سے برقرار رکھا۔ ایک برطانوی مستشرق نے اس ماحول کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا:

> The oral checking of written material was a double safeguard: it preserved the text and trained the memory simultaneously.[7]

تحریر کی زبانی تصدیق دوہری حفاظت تھی۔ اس سے متن بھی محفوظ ہوتا اور حافظہ بھی ایک ساتھ تربیت پاتا۔

رِحلۃ فی الطلب کا تصور حافظے کو غیر معمولی قوت فراہم کرتا تھا۔ راوی مختلف شہروں کا سفر کرتا، ہر شہر میں اساتذہ سے متعدد سماعات حاصل کرتا، اس طرح ایک ہی متن متعدد اسالیب، ادائیگیوں اور قراءتوں کے ساتھ تواتر سے ذہن میں مرتسم ہوتا جاتا۔ یہ سفر محض معلومات کا حصول نہ تھا بلکہ دماغی تربیت کا ایسا نظام تھا جو حافظے کو مسلسل جھٹکوں، تکرار اور نئے مشاہدات کے ذریعے قوت بخشتا تھا۔ یحییٰ بن معین نے اسی علمی سیاحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

طَلَبُ الحَدِيثِ رِحْلَةٌ فِي طَلَبِ الزِّيَادَةِ فِي العَقْلِ وَالحِفْظِ[8]

حدیث کی طلب عقل اور حافظے کو بڑھانے کے لیے سفر ہے۔

مذاکرۂ حدیث اس تمام مشق کا اجتماعی پہلو تھا، یہ مجالس نہ صرف علمی گفتگو کا محور تھیں بلکہ بصری و سماعی یادداشت کے ملے جلے عمل کو تحریک دیتی تھیں۔ راوی ایک دوسرے کے ساتھ احادیث دہراتے، غلطیوں کی نشان دہی کرتے، ترتیب اور الفاظ کی صحت پر بحث کرتے، یوں اجتماعی تکرار ایک مسلسل علمی تنبیہ کی صورت اختیار کر لیتی۔ ذہبی نے اس تکراری ماحول کی ایک نادر کیفیت یوں بیان کی:

كَانُوا يَتَذَاكَرُونَ الحَدِيثَ فَيُصْلِحُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا[9]

وہ حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے اور ایک دوسرے کی اصلاح کرتے تھے۔

اس پورے نظامِ سماع، کتابت، قرأت، عرض، رِحلۃ اور مذاکرہ نے اسلامی روایت کے لیے ایسا مضبوط ذہنی و علمی ڈھانچہ قائم کیا جو حافظے، ذہنی مشق، اجتماعی تنقیح اور تاریخی بقا کا حسین امتزاج ہے۔ روایت کا یہ نظام نہ صرف ذہن کو بار بار تازہ کرتا تھا بلکہ اسے مسلسل امتحان میں رکھ کر مضبوط بھی کرتا تھا، اور اسی تربیت یافتہ حافظے نے ذخیرۂ حدیث کو صدیوں تک مستند اور محفوظ رکھا۔

مبحث سوم: حافظے کی سائنس، نیورولوجی اور میموری اسٹڈیز کی روشنی میں حدیثی روایت

انسانی حافظے کی تشکیل ایک نہایت پیچیدہ اور تدریجی عمل ہے جس میں دماغ کے مختلف حصے باہم کچھ ایسے مربوط انداز سے کام کرتے ہیں کہ تجربہ، صوت، مشاہدہ اور معنی سب مل کر ایک یادداشت کو طویل مدتی سطح پر منتقل کرتے ہیں۔ جدید نیورولوجی اس عمل کو Encoding ، Consolidation اور Retrieval کے مراحل میں تقسیم کرتی ہے، اور انہی مراحل کی جھلک اسلامی روایت کے عملی منہاج میں غیر معمولی ہم آہنگی کے ساتھ نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ روایاتِ حدیث کی دنیا میں جس سماعی و لفظی دقت، تکرار اور مسلسل مشق کو بنیادی اصول کی حیثیت حاصل تھی، وہ دراصل وہی عناصر ہیں جنہیں جدید دماغی سائنس طویل مدتی یادداشت کے قیام کے لیے ناگزیر قرار دیتی ہے۔ یوں قدیم علمی روایت اور جدید سائنسی تحقیق ایک ایسی ہم جہتی کا روپ اختیار کر لیتی ہے جس میں دونوں ایک دوسرے کی توضیح کے مترادف نظر آتے ہیں۔

طویل مدتی یادداشت کے بارے میں ایک معروف ماہرِ نیورولوجی نے یہ بنیادی اصول بیان کیا:

> Long-term memory is created through repeated consolidation of information across distributed neural networks.[10]

طویل مدتی یادداشت تب بنتی ہے جب معلومات دماغ کے منتشر اعصابی نظاموں میں باربار مضبوط کی جاتی ہیں۔

رواتِ حدیث کی مجالسِ سماع اسی تکراری اعصابی عمل کی اخلاقی و علمی مثال تھیں۔ ایک ہی حدیث مختلف اساتذہ سے متعدد مرتبہ سننا، مختلف لہجوں اور ادائیگیوں سے گزرنا، اور متنی الفاظ کو بار بار دہرانا، وہ تمام عوامل پیدا کرتا تھا جنہیں جدید نیورولوجی Consolidation کے بنیادی اسباب میں شمار کرتی ہے۔ اس سماعی تکرار نے علمِ حدیث کو ایک ایسی علمی فضا عطا کی جس میں طویل مدتی یادداشت مسلسل ارتقا پذیر رہتی تھی۔

Encoding کے اصول میں معنوی ربط، صوتی محرکات، اور حسی محرکات کی شرکت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے سماع کو کتابت پر ترجیح دی، کیونکہ سماع میں صوتی محرک (auditory stimulus) براہِ راست دماغ کے Temporal Lobe میں فعال ہوتا ہے اور یادداشت کے Encoding کو تقویت دیتا ہے۔ ایک مشہور علمی قول اس صوتی توجہ کی طرف نہایت باریکی سے اشارہ کرتا ہے:

الحَدِيثُ صَنْعَةٌ لَا يُحْكِمُهَا إِلَّا مَنْ أَدْمَنَ سَمْعَهَا[11]

حدیث ایک فن ہے جسے وہی شخص مضبوط کر سکتا ہے جو اس کے سماع کو مسلسل جاری رکھے۔

Retrieval، یعنی یادداشت کی بازیافت، جدید میموری اسٹڈیز میں محض حافظے کی آزمائش نہیں بلکہ اسے تقویت دینے کا سب سے موثر ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ محدثین کے ہاں مذاکرۂ حدیث، امتحانِ حفظ اور اساتذہ کے سامنے عرض و قرأت Retrieval ہی کے عملی مظاہر تھے۔ شاگرد جب شیخ کے سامنے متن کو پڑھ کر سناتا، یا جب اس سے کسی روایت کے الفاظ بعینہٖ یاد کرنے کو کہا جاتا، تو یہی عمل دماغ میں محفوظ یادداشت کو نہ صرف فعال کرتا بلکہ اسے مزید مضبوط بھی بناتا۔ جدید تحقیق میں اس عمل کو Retrieval Strength کہا جاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ محدثین کے ہاں حافظوں کے امتحان کا سلسلہ علمی روایت کی روح تھا۔

سمعی یادداشت (Auditory Memory) کا دائرہ دماغ میں مخصوص Neural Pathways سے مربوط ہے، اور اس کی فعال ترین مشق وہی ہے جو سماعی تکرار کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ حدیث کی سماعی روایت میں آواز، زیر و بم، وقف و وصل، اور ادائیگی کے لطائف صرف الفاظ نہیں بلکہ پورے صوتی پیکجز کی صورت میں منتقل ہوتے تھے۔ سماع کی اس پوری مشق میں دماغ کی

Auditory Cortex مسلسل سرگرم رہتی تھی۔ ایک معاصر ماہرِ نفسیات نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا:

Auditory repetition creates a multi-layered memory trace that is stronger than silent reading.[12]

سمعی تکرار ایک ایسی تہہ دار یادداشت بناتی ہے جو خاموش مطالعے سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

نیورل پلاسٹیسٹی جدید سائنسی فکر کا وہ اصول ہے جو دماغ کی ساخت میں تبدیلی کو مسلسل علمی مشق کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ محدثین کا تکراری نظام، مجالسِ سماع کی باقاعدگی، اسفارِ علمی کی مسلسل مشق، اور مختلف متون کے تکرارِ سماع نے ایسی ذہنی کیفیت پیدا کی جو نیورل پلاسٹیسٹی کے عین مطابق تھی۔ دماغی خلیات کے درمیان روابط مضبوط، نئے نیورل کنکشن بنتے گئے اور روایت کے محفوظ رہنے کا ایک حیاتیاتی نظام قائم ہوتا گیا۔ اس سارے عمل میں علمی مشق صرف ذہنی ہی نہیں بلکہ حیاتیاتی تبدیلی کا محرک بھی تھی۔

Stress، Sleep اور Emotion، یہ تینوں عوامل جدید Memory Research میں بنیادی نقش رکھتے ہیں۔ روایتِ حدیث کی مجلسیں نسبتاً روحانی سکون، علمی احترام اور جذباتی وابستگی کے ماحول میں منعقد ہوتی تھیں۔ ایسے ماحول میں Stress کا تناسب کم اور Emotional Engagement زیادہ ہوتا تھا، جس کے نتیجے میں یادداشت کی Encoding زیادہ مضبوط ہوتی۔ نیند کی اہمیت پر ہونے والی جدید تحقیقات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ دماغ نیند کے دوران یادداشت کو Consolidate کرتا ہے۔ رواتِ حدیث کے اسفار، ان کا علمی ریاض، ان کی روحانی کیفیت، اور علمی توجہ، یہ سب عوامل ان کے دماغی نظام کو اس قدر حساس اور فعال رکھتے کہ یادداشت زیادہ مستحکم ہو کر محفوظ ہوتی جاتی۔

جدید سائنس اور قدیم روایت کے مابین یہ ہم آہنگی اس بات کی آئینہ دار ہے کہ حدیث کی روایت کا جو منہاج صدیوں پہلے قائم ہوا، وہ انسانی ذہن کی ساخت اور اس کی حافظی قوتوں کے عین مطابق تھا۔ یوں اسلامی روایت کا علمی عمل محض دینی جذبہ نہیں تھا بلکہ انسانی دماغ کی ساخت کے مطابق ایک ایسا علمی نظام تھا جس نے روایت کو محفوظ ترین شکل میں منتقل کیا۔

مبحث چہارم: روایتِ حدیث اور جدید تجرباتی نفسیات کا تقابلی جائزہ

مبحث چہارم کے اس مرحلے میں جب روایتِ حدیث کے کلاسیکی مناہج کو جدید تجرباتی نفسیات کے منکشفات کے ساتھ ساتھ رکھا جائے تو ایک نہایت دقیق باہمی تطابق سامنے آتا ہے۔ انسانی ذہن کے ادراکی بوجھ، یادداشت کی ساخت، شہادت کے ارتسام، اور ماخذ کی تعیین جیسی جدید علمی جہات محض عصری تحقیق کا حاصل نہیں بلکہ وہ ایسے مباحث ہیں جن کی جڑیں روایت کے مسلمہ اصولوں میں صدیوں سے پیوست ہیں۔ اہلِ حدیث نے جن مشکلات کو علمی دقت اور سندی احتیاط کے ذریعے سلجھانے کا اہتمام کیا، جدید نفسیات کی اصطلاحات ان ہی قدیم مساعی پر ایک نیا زاویہ فراہم کرتی ہیں۔ وارد ہوا ہے:

نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا[13]

اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو میری بات کو سنے، پھر اسے یاد رکھے اور پھر اسے اسی طرح آگے پہنچا دے جیسے اس نے سنی تھی۔

اس ارشاد میں جس ادائیگی کے التزام کو سراہا گیا ہے، وہ جدید نفسیات میں Cognitive Load Theory کے اس اصول سے ہم آہنگ ہے کہ ادراک اور حفظ کے مابین بوجھ کی تقسیم جتنی موزوں ہو، یادداشت کی حفاظت اتنی مؤثر ہوتی ہے۔ حدیث سننے کے روایتی نظم میں محدثین کی جانب سے تثبت، تکرار، اور مجالسِ عرض کی جو روش اختیار کی گئی، وہ دراصل اسی ادراکی بوجھ کو قابلِ تحمل اکائیوں میں تقسیم کرتی تھی۔ بازیافت (retrieval) اور استحضارِ کلی کے درمیان یہی تناسب وہ بنیادی وجہ تھی کہ روایت

اپنی صحت کے ساتھ نسلوں تک منتقل ہوتی رہی۔ جدید تجربات میں تسلیم کیا گیا ہے کہ انسان معلومات کو چھوٹی اکائیوں میں منظم کر کے یاد رکھتا ہے۔

> Chunking is a fundamental process in human memory, allowing individuals to organize information into manageable units.[14]
>
> 'چنکنگ' انسانی یادداشت کا ایک بنیادی عمل ہے جو افراد کو معلومات کو قابلِ انتظام اکائیوں میں منظم کرنے کی صلاحیت دیتا ہے۔

اس زاویے سے دیکھا جائے تو اسناد و متون کی تقسیمِ اجزا، جیسے سند کو راویوں کے سلسلوں میں، متن کو معانی و طرق میں اور الفاظ کو الفاظِ مشکلہ، غرائب اور متابعات میں بانٹنا، اسی تکنیک کی علمی شکل ہے۔ امام ابن الصلاح، امام نووی، اور امام ذہبی نے جن طبقاتِ رواۃ کے اصول مرتب کیے، وہ دراصل association یعنی مربوط ربط سازی کی نفسیاتی تکنیک کے نہایت قریب ہیں، کیونکہ ہر راوی کو ایک سلسلے، طبقے، قرائن اور اوصاف کے مجموعے کے ساتھ وابستہ کیا جاتا تھا، جس کے نتیجے میں ذہن میں اس کی مستقل شناخت اور مقام محفوظ ہوتا ہے۔

گواہی کی یادداشت (Witness Memory) کے جدید مباحث اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ شہادت انسانی ذہن کے تعمیری (constructive) عمل سے گزر کر محفوظ ہوتی ہے۔ عہدِ نبوی سے محدثین کے ہاں جو عدالت، ضبط، معاصرت اور لقاء کے اصول وضع ہوئے، وہ اسی انسانی کمزوری کے تدارک کے لیے تھے کہ روایت محض حافظے کی پیداوار نہ رہے بلکہ اجتماعی تصدیق (collective verification) اور بیرونی تقابل (external corroboration) کے ذریعے محفوظ ہو۔ اسی لیے ابنِ سیرین کا قول:

> إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ[15]
>
> بے شک یہ علم دین ہے، لہٰذا دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے لیتے ہو۔

جدید تحقیقات کے مطابق توثیقِ ماخذ (source monitoring) انسانی ذہن میں اس امر کی تعیین ہے کہ کوئی علم کہاں سے آیا۔ روایتِ حدیث کا سارا نظامِ سند اسی source monitoring framework کی عملی تشکیل ہے۔ ایک راوی کا اپنے شیخ سے سماع، قرائنِ سماع کی نوعیت، مجلس کا زمان و مکان، اور طرق کے باہمی تقابل کے ذریعے وہ تمام معلومات سامنے آتی ہیں جو جدید نفسیات کی زبان میں "source cues" کہلاتی ہیں۔

جہاں تک False Memory کے خطرات کا تعلق ہے، جدید تجربات سے یہ امر ثابت ہے کہ حافظہ بآسانی غلط تخلیقی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ حدیث کے منہج میں تصحیح (verification)، مقابلہ (comparison)، تدقیق (scrutiny)، تعدیل اور تجریح جیسے تصحیحی میکانزم اسی خطرے کے خلاف مضبوط قلعہ تھے۔ امام بخاری کا سخت معیارِ سماع، امام یحییٰ بن معین کی جرح کے اصول، اور امام علی بن المدینی کے "علل" پر دقیق مباحث اس بات کا ثبوت ہیں کہ محدثین نے غلط یادداشت کے اندیشہ کو محض ایک اخلاقی خطرہ نہیں سمجھا بلکہ اسے علمی فساد کا بنیادی منبع قرار دے کر اس کے خلاف محتاط ترین اقدامات کیے۔ اسی ضمن میں تجرباتی نفسیات کے ایک معروف اصول میں کہا گیا ہے:

> Memory is reconstructive, not reproductive; what is recalled is often an interpretation shaped by context.[16]
>
> یادداشت تولیدی نہیں بلکہ تعمیری ہوتی ہے؛ جو بات یاد کی جاتی ہے وہ اکثر سیاق کے زیرِ اثر تعبیر کی صورت میں لوٹتی ہے۔

اسی حقیقت نے اہلِ حدیث کے ہاں علل کے فن کو جنم دیا، جہاں محض الفاظ نہیں بلکہ سیاق، اسناد کی ہم آہنگی، راوی کے حالات، اور روایت کے عمومی منہج سب کو پرکھا جاتا تھا۔ ان اصولوں کا نتیجہ یہ تھا کہ تعمیری یادداشت کے باعث ممکنہ انحرافات کا سدباب ہو جاتا تھا۔

جدید نفسیاتی نظریات کا تقابلی مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ روایتِ حدیث کا علمی نظام محض روایتی مذہبی وابستگی کا حاصل نہیں بلکہ ایک ایسی جامع ادراکی، سماجی اور تحقیقی ساخت ہے جو انسانی ذہن کی کمزوریوں، یادداشت کی تغیر پذیری، شہادت کی نازکی، اور ماخذ کی تعیین کے پیچیدہ مسائل کو ایک ہم آہنگ منطقی صورت میں حل کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمِ حدیث کی متعدد جہات آج بھی تجرباتی نفسیات کے اصولوں کے ساتھ ایک گہرا ربط رکھتی ہیں، گویا دو مختلف زمانوں کے علوم ایک ہی انسانی ذہن کی حقیقت کو مختلف زبانوں میں بیان کر رہے ہوں۔

مبحث پنجم: جدید سائنسی حقائق کے تناظر میں محدثین کے حافظے کے دعووں کا تجزیہ

محدثین کے غیر معمولی حافظے کے بارے میں جو تاریخی شہادتیں منقول ہیں، وہ محض تقدیسِ اسلاف کا استعارہ نہیں بلکہ انسانی ذہن کی اُن صلاحیتوں کی یاد دلاتی ہیں جن کی توضیح جدید سائنسی مطالعات میں نسبتاً دیر سے سامنے آئی۔ انسانی حافظے کی فطری حدود کے باوجود بعض افراد میں exceptional memory کی وہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو عمومی ادراکی سانچوں سے بلند تر ہوتی ہیں۔ محدثین کے بارے میں منقول واقعات، چاہے وہ امام بخاری کی لاکھوں احادیث کے ضبط کی بے مثال قدرت ہو یا امام احمد کی دسیوں ہزار متون پر گرفت، ان جدید مطالعات کے تناظر میں ایک نئے مفہوم سے کھلتے ہیں۔ منقول ہے:

حَمَلْنَا الْعِلْمَ عَنْ زُهْرِيٍّ وَمَا رَأَيْنَا أَحَداً أَحْفَظَ لَهُ مِنْهُ[17]

ہم نے زہری سے علم روایت کیا اور ہم نے کسی کو اسے ان سے زیادہ حافظ نہیں پایا۔

یہ جملہ اپنے اندر محض تعریفی رنگ نہیں رکھتا بلکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ متقدمین میں بھی حافظے کی غیر معمولی استعداد کو واضح طور پر ایک علمی حقیقت کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔ جدید علوم نفس کے مطابق exceptional memory رکھنے والوں میں معلومات کے ذخیرے کو منظم اکائیوں (structured encoding) میں ترتیب دینے کی صلاحیت عام افراد کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں retrieval errors کم سے کم رہ جاتے ہیں۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کی بازگشت کتبِ رجال کے متعدد مقامات میں سنائی دیتی ہے، جہاں راویوں کی قوتِ حافظہ، ضبط، اور استحضار کو باریک ترین تفصیل تک موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

انگریزی نفسیات کے ماہرین اس انسانی تجربے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> Individuals with exceptional memory often rely on deep semantic structuring, allowing them to retain massive information sets with remarkable precision.[18]

غیر معمولی حافظہ رکھنے والے افراد گہری معنوی ساخت سازی پر انحصار کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ بے حد بڑے علمی ذخیرے کو نہایت درستی کے ساتھ محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

یہ توضیح بالکل اسی تصویر کے قریب ہے جو ائمہ حدیث کے بارے میں منقول کثیر الوقوع روایات میں ملتی ہے؛ جہاں ہزاروں متون کے دقیق الفاظ تک ان کا ضبط صرف میکانکی حافظے کا نتیجہ نہیں بلکہ معنوی ربط سازی، صوتی رمز گزاری، اور مسلسل تکرار کے اجتماع کا حاصل تھا۔

سائنس نے Savant Memory اور Eidetic Memory جیسے ماڈلز پیش کیے ہیں جن کی رو سے انسانی ذہن بعض افراد میں فطری طور پر تصویری یادداشت (eidetic imagery) یا غیر معمولی عددی و لفظی ترتیب پذیری کا حامل ہوتا ہے۔ حدیثی روایت کے تاریخی تناظر میں یہ امر غیر معمولی نہیں کہ ایسے افراد جو اپنی نوع کے بالکل اعلیٰ درجے کے حافظے رکھتے تھے، علمی مراکز کا محور بنے۔ امام شعبہ کا قول کہ "میں ایک حدیث سنتا ہوں تو گویا وہ میرے دل پر نقش ہو جاتی ہے" اسی eidetic tendency کی طرف لطیف اشارہ رکھتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ تاریخی شخصیات کے علمی ذخیرے کی جو وسعت ہمیں احادیث، فقہی اقوال اور تالیفات کی صورت میں نظر آتی ہے، اس کا ایک پہلو منطقی اور سائنسی توضیح کا بھی محتاج ہے۔ انسانی ذہن کی semantic memory مخصوص علمی ماحول، مسلسل استعمال، اور اجتماعی علمی فضا (scholarly milieu) میں حیرت انگیز طور پر پختہ ہو جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ مدینہ، بصرہ، کوفہ اور نیشاپور جیسے علمی مراکز میں سینکڑوں حفاظِ حدیث محض انفرادی استعداد پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر محفوظ شدہ علمی میراث کے تسلسل پر قائم تھے۔ اس حقیقت کو جدید محققین یوں بیان کرتے ہیں:

> Collective memory functions as an extended cognitive system, distributing knowledge across individuals and preserving complex traditions beyond the capacity of any single mind.[19]
>
> اجتماعی یادداشت ایک توسیعی ادراکی نظام کے طور پر کام کرتی ہے جو علم کو افراد میں تقسیم کر کے ان پیچیدہ روایات کو محفوظ رکھتی ہے جو کسی ایک ذہن کی گنجائش سے باہر ہوتی ہیں۔

اس زاویے سے دیکھا جائے تو حدیث کا پورا ذخیرہ، اسناد کی تکثیر، متون کے تعدد، تواترِ طرق، اور سماعاتِ عامہ کے سلسلوں سمیت، درحقیقت collective memory کے اس سائنسی اصول کی ایک تاریخی مثال ہے جس میں روایت صرف انفرادی حافظے کی مرہونِ منت نہیں بلکہ ایک اجتماعی ذہن کے اشتراک سے قائم رہتی ہے۔

روایتِ حدیث کا حفاظتی نظام جب جدید سائنسی اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس کی قابلِ اعتمادیت میں کمی نہیں آتی بلکہ اس کا منطقی جواز مزید واضح ہوتا ہے۔ تعددِ طرق false memory کے امکان کو گھٹا دیتا ہے، jarḥ wa taʿdīl ماخذ کی صحت کو مستحکم بناتا ہے، اور علل کی باریکیاں reconstructive memory کے خطرات کو قابو میں رکھتی ہیں۔ یوں کلاسیکی محدثین کا منہج جدید سائنسی فہم کے ساتھ متصادم نہیں بلکہ اس سے ہم آہنگ اور اس کا تکملہ دکھائی دیتا ہے؛ گویا حافظے کی جدید سائنس صرف وہ حقائق زبانِ حال میں بیان کر رہی ہے جنہیں محدثین نے صدیوں قبل عملی سطح پر دریافت کر لیا تھا۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حفظِ حدیث کی روایت محض ایک مذہبی و تاریخی تجربہ نہیں بلکہ انسانی ذہن کی بلند ترین صلاحیتوں کا ایسا عملی نمونہ ہے جو آج کی سائنسی تحقیق کے سامنے بھی ایک معما نہیں بلکہ ایک مستحکم شہادت کی صورت میں قائم ہے۔ محدثین کا حافظہ فرد کی سطح پر exceptional memory اور سماج کی سطح پر collective memory کے اس امتزاج کی مثال ہے جو علم کو محض محفوظ نہیں رکھتا بلکہ اس کی صحت اور وثاقت کو نسلوں تک منتقل کرنے کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ یوں یہ مطالعہ نہ صرف ماضی کی علمی روایت کو نئے افق دیتا ہے بلکہ انسانی ذہن کی اُن پوشیدہ جہات کو بھی روشن کرتا ہے جن کی تفہیم جدید سائنس کے لیے بھی ایک دیرینہ چیلنج رہی ہے۔

References

1 Al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī, *Al-Kifāya fī ʿIlm al-Riwāya* (Baghdād: Maṭbaʿat al-Maʾmūn, 1395 AH), 1: 214.

2 Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad, *Al-Jarḥ wa al-Taʿdīl* (Baghdād: Dār al-Maʿrifā, 1360 AH), 2: 38.

3 Al-Rāmahurmuzī, Al-Ḥasan ibn ʿAbd al-Raḥmān, *Al-Muḥaddith al-Fāṣil* (Miṣr: Dār al-Āthār, 1404 AH), 1: 176.

4 Ibn al-Madīnī, ʿAlī ibn ʿAbdullāh, *Kitāb al-ʿIlal* (Riyāḍ: Dār al-Salām, 1420 AH), 1: 92.

5 Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 12.

6 Al-Khaṭīb al-Baghdādī, *Al-Kifāya fī ʿIlm al-Riwāya*, 1: 287.

7 Schacht, Joseph, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon Press, 1950), 44.

8 Ibn Abī Yaʿlā, Muḥammad ibn al-Ḥusayn, *Ṭabaqāt al-Ḥanābila* (Baghdād: Dār al-Maʿrifā, 1372 AH), 1: 32.

9 Al-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ* (Dimashq: Dār al-Fikr, 1414 AH), 1: 89.

10 Kandel, Eric, *Principles of Neural Science* (New York: McGraw-Hill, 2013), 188.

11 Al-Dhahabī, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*, 1: 74.

12 Baddeley, Alan, *Human Memory* (London: Psychology Press, 2012), 67.

13 Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, 1: 109.

14 Miller, George A., The Magical Number Seven (Princeton: Psychological Review Press, 1956), 3.

15 Ibn Sīrīn, Muḥammad ibn Sīrīn, *Muqaddima Ibn Ṣalāḥ* (Dimashq: Maṭbaʿat al-Tawfīq, 1350 AH), 21.

16 Loftus, Elizabeth, *Human Memory and Suggestibility* (Oxford: Clarendon Press, 1992), 14.

17 Ibn Ḥanbal, Aḥmad ibn Ḥanbal, *al-ʿIlal wa Maʿrifat al-Rijāl* (Baghdād: Maktabat al-Salaf, 1342 AH), 2: 115.

18 Ratner, Helen, *Studies in Exceptional Memory* (Cambridge: Hallworth Press, 1998), 42.

19 Halbwachs, Maurice, *On Collective Memory* (Chicago: University of Chicago Press, 1992), 88.